☆ ڈاکٹر توقیر احمد خاں

لطفِ سخن

حسن پور کا ایک نادر و نایاب ادبی رسالہ

"لطفِ سخن" حسن پور ضلع مراد آباد سے شائع ہونے والا ایک عظیم مجلّہ ہے۔ راقم کو اس رسالے کے تین شمارے دستیاب ہوئے ہیں جس کے لیئے ہم ماسٹر نور الدین صاحب کے مشکور ہیں۔

ہمیں اس رسالے کے تین شمارے نومبر ۱۹۲۴ء، جنوری ۱۹۲۵ء اور فروری ۱۹۲۶ء دستیاب ہوئے ہیں۔ ان پر جلد نمبر ۶، نمبر ۷ اور نمبر ۸ چھپا ہوا ہے۔ اس حساب سے "لطف سخن" کا پہلا شمارہ ۱۹۱۹ء میں شائع ہوا گویا یہ رسالہ ۱۹-۱۹۱۸ء سے شائع ہونا شروع ہوا ہوگا جو تقریباً اقبال کی "رموزِ بے خودی" کی اشاعت کا زمانہ ہے لیکن کتابوں میں "لطفِ سخن" کے حوالے ۱۹۱۳ء سے ملتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسالہ ۱۹۱۹ء سے بہت قبل سے شائع ہوتا رہا ہے یہ بھی ممکن ہے کہ "لطفِ سخن" کا رجسٹریشن رسالہ نکلنے کے بہت دنوں بعد ہوا اور اسی وقت سے جلد اور شمارہ نمبر لکھنا شروع کیا گیا ہو۔ قطعی طور پر یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ یہ رسالہ کب تک شائع ہوتا رہا۔ ہماری محدود معلومات کے مطابق "لطفِ سخن" کی اشاعت کے حوالے ۱۹۳۲ء تک ملتے ہیں۔ مذکورہ شمارے دیکھنے سے علم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ نہایت پابندی وقت کے ساتھ ہر مہینہ کی پہلی اور سولہ تاریخ کو مہینہ میں دوبار شائع ہوتا تھا۔ "لطفِ سخن" کا رجسٹریشن نمبر اے ۱۰۳۹ تھا سرورق پر فارسی کا حسب ذیل شعر رقم رہتا تھا۔

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
و گردم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

یہ شعر رسالہ کی پالیسی اور مدیر محترم کے سوز دروں کا غماز ہے۔ انسانی زندگی میں بعض لمحے

☆ لیکچرار: شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی دہلی

ایسے ضرور آتے ہیں جن کی تکلیف کا اظہار کیا جانا ممکن نہیں اس پر مستزاد یہ کہ اظہار کے بغیر بھی چارہ نہیں ہوتا۔ "لطفِ سخن" کے سرورق پر یہ شعر واضح کرتا ہے کہ رسالہ ایسے خیالات کا ترجمان ہے جو آدمی نہ کہہ سکتا ہے اور نہ جن کو کہے بغیر رہ سکتا ہے۔ ہماری ناقص رائے میں اس بے بسی کے عالم کے شعر سے بڑھ کر کوئی زبان نہیں ہے۔ "لطفِ سخن" میں شائع شدہ کلام بھی بڑی حد تک اس امر کی زندہ تصویر ہے۔

مذکورہ بالا شعر کے ساتھ سرورق پر ایک اور عبارت تحریر ہوتی تھی جو مندرجہ ذیل ہے۔

"دنیائے ادب میں سب سے سستا وقت کا پابند اردو کا سچا خادم مہینہ میں دو بار حاضر ہونے والا رسالہ۔"

اس عبارت کے ساتھ جلی حروف میں رسالہ کا نام "لطفِ سخن" لکھا ہوتا تھا۔ اس رسالہ کا سالانہ چندہ دو روپیہ چار آنے تھا۔ صفحہ نمبر ا یا نمبر ۲ پر مندرجہ ذیل تحریر "قواعد و ضوابط" کے عنوان کے تحت رقم ہوتی تھی۔

۱۔ ہر ماہ انگریزی کی پہلی اور سولہویں کو خریداروں اور اساتذہ کا کلام اپنے دامن میں لیے ہوئے حاضر ہوتا ہے۔

۲۔ چندہ سالانہ عوام سے دو روپے چار آنے طلبہ سے دو روپے۔ معاونین سے پانچ روپے، مربیان سے پچیس روپے پیشگی مابعد الضاعف۔

۳۔ طرحی کلام ضرور اور غیر طرحی حسب موقع و گنجائش۔

۴۔ جن حضرات کا چندہ اول سال تین روپے گیارہ آنے وصول ہوگا ہر سال دو آنے کم کرتے کرتے رسالہ مفت حاصل کریں گے۔

۵۔ کمیشن فی خریدار چار آنے دیا جائے گا۔

۶۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ایک آنے کا ٹکٹ آنا چاہئے ورنہ جواب کی امید نہ رکھی جائے۔

۷۔ ڈاک خانہ میں گم ہونے والا نمبر ایک ماہ کے اندر اطلاع ملنے پر بیرنگ ارسال ہوگا۔

۸۔ اجرت اشتہار ایک مرتبہ کے لئے فی سطر چار آنے زیادہ مدت کے لئے بذریعہ خط و کتابت طے کیا جائے۔

۹- طرح معاونین و مربیان "لطفِ سخن" واستاد شعراء سے طلب کی جاتی ہے یا خود مرحمت فرماتے ہیں-

۱۰- کلام و مضامین وغیرہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ تک دفتر کو موصول ہونا چاہئیں- تاخیر کی شکایت بے کار ہے-

۱۱- مضمون صاف خوش خط اور کارڈ کے ایک طرف لکھا ہوا ہو-

۱۲- چندہ ختم ہونے سے ایک ماہ پیش تر اطلاع دی جاتی ہے بر صورت اطلاع جو نمبران کو وی پی کیا جاتا ہے جس کا وصول کرنا خریداروں کا اخلاقی فرض ہوگا- (ایڈیٹر)

"لطفِ سخن" کے ان تین شماروں میں شعرائے حسن پور کے علاوہ بمبئی، دہلی، کان پور، جون پور، گوالیار، راولپنڈی، لکھنؤ، لاہور، سہارن پور، بنگلور، نہٹور اور دیگر بہت سے مقامات کے شعراء کا کلام شامل ہے- اکثر غزلیں دیئے گئے مصرع طرح پر لکھی گئی ہیں لیکن بعض غزلیں غیر طرحی یا گذشتہ طرحوں میں سے شائع ہوئی ہیں جنہیں "تحائف گذشتہ" "محبت گذشت" اور "نغمہ دلربا" کے عنوان سے شائع کیا گیا ہے- اکثر شعراء میں ایڈیٹر کے علاوہ انجم شکوہ ابن العتیق عالی، جگر بسوانی، نوح ناروی، افسر امروہوی، الم جون پوری، طریق جونپوری وغیرہ کا کلام شامل ہے- رسالہ کے ہر ایک شمارہ میں بیس صفحات ہیں جن میں ۳۰ سے ۴۰ تک غزلیں چھپی ہیں-

"لطفِ سخن" میں ریویوز کے عنوان سے نئی علمی، شعری، ادبی اور طبی کتابوں اور رسالوں پر تبصرے بھی شائع ہوتے تھے- بہت دواؤں اور کتابوں کے اشتہارات کے لیے بھی جگہ مخصوص تھی جس میں بہت سی ادویہ دہلی اور حسن پور میں بھی دستیاب تھیں- دہلی کاٹھیاواڑ، راولپنڈی اور دوسرے معروف شہروں کی "بے نظیر دواؤں" کے دلچسپ اشتہارات بھی چھپا کرتے تھے-

"لطفِ سخن" میں اشاعت کلام کے لئے مصرع طرح دیا جاتا تھا اس سے شعراء میں سخن گوئی کا شوق جاری رکھنے کی تحریک دی جاتی تھی- اُس زمانے میں شعر کہنا ہی سب سے اہم ادبی کارنامہ تصور کیا جاتا تھا- اچھے کلام کو "لطفِ سخن" میں مناسب مقام پر چھاپ کر داد سخن دی جاتی تھی- مصرع طرح کا اعلان حسب ذیل طریقے پر کیا جاتا تھا-

مصارع لطف سخن

۱- ۵ / نومبر تک (عطیہ ابن العتیق عالی) صحرا میں پھر رہا ہے کوئی خانماں خراب (خانماں- جہاں قافیہ)

۲- ۵ /دسمبر تک (معروضہ عتیق) حشر برپا کرنے والے حشر برپا کر چلے (کرم حشر قافیہ)

۳- یکم جنوری تک (عطیہ جناب احسن) ہو بھول کے کوئی نہ خریدار محبت (خریدار- بیمار قافیہ)

۴- یکم فروری تک (عطیہ جناب فاتح کمبل پوری) گل خوردہ ہاتھ کم نہیں پھولوں کے ہار سے (ہار- پیار قافیہ)

۵- یکم مارچ تک (عطیہ جناب ناہج دیوبندی) سنتے ہیں آپ شوق سے کیوں مدعی کی بات (مدعی' قافیہ)

۶- یکم اپریل تک (عطیہ حضرت جگر بسوانی) دست صیاد میں گلچیں کا گریباں ہوگا- (گریباں- مسلماں قافیہ)

اس "لطفِ سخن" کی سب سے اہم خوبی یہ تھی کہ طرحی کلام اور اشتہارات کے علاوہ یہ رسالہ بعض اہم اور ضروری خبریں بھی شائع کرتا تھا- یکم نومبر ۲۸ء کے شمارے میں گنگا ندی کے سیلاب کی خبر ان الفاظ میں دی گئی ہے-

سیلاب عظیم

"امسال گنگا جی کو کچھ ایسی جستجو ہوئی کہ بے تحاشا جل گنگا اشنان کرنے والوں کے گھر میں پہنچا دیا گھروں کے حدود یوار جوان کی تعظیم کے لئے سر و قد کھڑے تھے جھک جھک کر قدم چومنے لگے- گنگا باسی لوگوں نے ایسے غوطے لگائے کہ پھر گنگا جی کے چرنوں سے دور ہی نہ ہوں گے- کروڑوں گئو ماتائیں اور اُن کے لاڈلے بیکنٹھ سدھارے- خیر یہ تو ہوا سو ہوا بارش کے طوفان سے دفتر "لطفِ سخن" بھی لوٹ

پوٹ ہو گئے جس کے سبب سے رسالہ آپ کے ہاتھ تک بہت ہی دیر میں پہنچا اور کچھ دنوں تک پہنچے گا۔
عتیق۔

لطف سخن میں ایک اہم عنوان "میدان کارزار" کے نام سے شعری مباحث کے لئے محفوظ تھا جس میں عصری شعری مسائل پر نوک جھوک بھی ہوا کرتی تھی۔ معرکہ شرر وچکبست کے انداز کی اس بحث میں معقول تنقیدی خیالات کا اظہار کیا جاتا تھا اور جواب در جواب تنقیدی تبصرہ شائع ہوا کرتا تھا۔ "لطفِ سخن" کی یہ خوبی اس کو محض گلدستہ ہونے سے بچا لیتی ہے اس طرح یہ رسالہ اپنے عہد کے شعر و ادب کی نمایاں تصویر پیش کرتا ہے۔ جنوری ۲۵ء کے شمارے میں "میدان کارزار" کے عنوان سے پروفیسر برجموہن زیبا امرت سری کے کلام "رساکشاف" ۲۴ء کی ایک غزل پر تنقیدی نوٹ ہے جو تقریباً دو صفحوں پر مشتمل ہے اس بحث میں اُس غزل کا ایک شعر

ڈوب جاؤں کہ چلا جاؤں میں ویرانے کو
جب سے تو پاس نہیں آتا ہے گھر کھانے کو

بالخصوص زیر بحث رہا ہے۔ یہ تنقیدی تبصرہ "انجمن تہذیب خیال کانپور" کے ناظم کی جانب سے کیا گیا ہے۔ ۱۶ فروری ۲۶ء والے شمارے کے "میدان کارزار" میں جو بحث شامل ہے وہ ایڈیٹر "لطفِ سخن" کے کلام پر احسن مارہروی کے ذریعہ کی گئی تنقید کے جواب میں ہے اور ایڈیٹر "لطفِ سخن" ہی کی جانب سے کی گئی ہے جو رسالے کے سات صفحات تک چلی گئی ہے ایڈیٹر "لطفِ سخن" نے ایک ایک لفظ کو درجنوں لغات اور اساتذہ کے کلام سے سند دے دے کر ثابت کیا ہے۔ جن اساتذہ کے کلام سے سندیں لی گئی ہیں۔ ان میں میر، ناسخ، مصحفی، ابوطمعہ شیرازی، سعدی، عرفی، کلیم، اسمٰعیل، سودا اور غالب وغیرہ کا کلام زیر بحث آیا ہے۔ ان مباحث سے ایڈیٹر "لطفِ سخن" کی اعلیٰ لیاقت، ناقدانہ صلاحیت، وسیع مطالعہ اور سخن فہمی کا بین ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ "لطفِ سخن" کے یہ ایڈیٹر جناب دوست محمد خاں عتیق تھے اور اپنے نام کو رسالہ کے ٹائیٹل پر اس طرح لکھا کرتے تھے۔

"ہیچ میرز ہیچ مدان دوست محمد خاں عتیق نے ترتیب دے کر حسن پور ضلع مراد آباد سے شائع کیا اور منشی محمد اسمٰعیل نے اپنے مسلم پریس مراد آباد میں چھاپا۔"

یہ حضرت دوست محمد خاں عتیق حضرت امیر مینائی کے شاگرد تھے اور خود بھی حسن پور اور بیرونِ حسن پور متعدد شعراء کے استاد تھے "لطفِ سخن" کے ان شماروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ دوست محمد

خاں عتیقؔ کے تلامذہ کا حلقہ بے حد وسیع تھا اس طرح وہ اپنے عہد کے ادبی سرمایہ کی اہم کڑی بنے ہوئے تھے- دوست محمد خان عتیقؔ کے حلقہ تلامذہ میں ہندو اور مسلمان دونوں ہی تھے جن میں اکثر ملازمت پیشہ رئیس اور ذی علم لوگ شامل تھے- تاریخ شعرائے روہیل کھنڈ جلد چہارم مرتبہ شایاں بریلوی کے صفحہ ۲۸۱۹ پر دوست محمد خاں عتیق کے بارے میں ایک مختصر نوٹ اسطرح ملتا ہے-

"منشی دوست محمد خاں خلف غلام رسول خاں ساکن حسن پور ۱۹۲۶ء/ ۱۳۴۵ھ میں آپ کی عمر ساٹھ سال تھی اور بصارت سے معذور ہو چکے تھے- آپ حضرت امیرؔ مینائی کے ارشد تلامذہ میں تھے- ابتدا میں مدرسہ بستی ضلع شہر میں مدرس تھے- آخر میں مدرسہ ڈسٹرکٹ مراد آباد کے صدر مدرس رہے- آپ کے اہتمام سے ماہانہ گلدستہ "لطفِ سخن" حسن پور سے شائع ہوتا تھا-"

یہ وہی دوست محمد خاں عتیق ہیں جن کے نام سے حسب ذیل شعر اب تک لوگوں کی زبان پر چڑھا ہوا ہے-

مجھ میں اک ایسی صفت ہے کہ خدا میں بھی نہیں مجھ میں اک ایسی صفت ہے کہ خدا میں بھی نہیں

ان کے ایک فرزند شیر محمد خاں عالیؔ بھی دنیائے "لطفِ سخن" کا ایک تابندہ ستارہ رہے وہ سرکار انگلیسی کے زمانے میں دہلی کے کسی اسکول میں مدرس تھے- اپنے زمانے میں شیر محمد خاں عالیؔ "انجم شکوہ" کے خطاب سے پکارے جاتے تھے اور خود اپنے نام کے ساتھ اپنے والد کے نام کا لاحقہ لگا کر لکھا کرتے تھے یعنی ابن العتیق عالیؔ حسن پور جیسی غیر معروف سر زمین پر اس نوع کے باکمال شعراء کا اژدہام بظاہر ناممکن معلوم ہوتا ہے لیکن محل وقوع پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بستی اپنی اطراف میں نہایت اہم ادبی مقامات رکھتی ہے- اس کے مشرق میں رام پور اور امروہہ ہے مغرب میں میرٹھ ہے شمال میں بجنور اور جنوب میں بدایوں جیسے علمی گہواروں کے درمیان آباد ہونے کی وجہ سے اس مقام کے ادبی تصور کو تقویت ملتی ہے- لطفِ سخن کے علاوہ حسن پور سے ایک اور رسالہ کا نشان بھی ملتا ہے- جس کا نام تھا "خیر البشر" اغلب گمان یہ ہے کہ "خیر البشر" بھی دوست محمد خان عتیقؔ ہی کی ادارت میں نکلتا رہا ہوگا-

یکم جنوری ۲۶ء کے "لطفِ سخن" میں "خیر البشر" کے بارے میں ایک اطلاع اس طرح ملتی ہے-

خیر البشر

"موجودہ چند در چند مجبور ہیں کہ "خیر البشر" کو کچھ دنوں کے لئے ملتوی رکھیں ہمارے پاس جن حضرات کا چندہ آیا ہے وہ سب کے سب خریدار "لطفِ سخن" ہیں اس لئے اس کے چندہ میں لگادیا جائے گا۔"

اس سے ظاہر ہے کہ دوست محمد خاں عتیقؔ لطف سخن کے ساتھ ساتھ ایک اور رسالہ بھی نکالا کرتے تھے جس کا نام "خیر البشر" تھا۔ "لطفِ سخن" کے زمانہ اجرا میں حسن پور سے مراد آباد اور دہلی کے لئے سوائے ریل گاڑی کے اور کوئی معقول ذریعہ سفر نہ تھا۔ ریلوے اسٹیشن گجرولہ یا امروہہ جانے کے لئے بھی بیل گاڑی کا تکلیف دہ سفر طے کرنا پڑتا تھا۔ ذرائع آمدورفت کی اس قدر قلت کے زمانے میں "لطفِ سخن" کا جاری رہنا ہی حیرت کی بات تھی اس پر رسالہ کا نہایت پابندی سے شائع ہونا کسی کرامت سے کم نہ تھا۔ ہمیں یقین ہے اس نایاب رسالے کے تمام شمارے کہیں نہ کہیں ضرور محفوظ ہوں گے۔ جو اہل علم وادب کی توجہ کا مرکز بنیں گے اور بہت سے نئے ادبی و شعری پہلو اجاگر کریں گے جو دنیائے ادب میں اب تک پردہ خفا میں پڑے ہوئے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆